© rasailojaraid.com

اٹھاتے ہیں ۔

شعلہا آخر زہر موئیم دمید   از رگ اندیشہ ام آتش چکید

مقامِ عشق و بے خودی میں ہر تن موگیا ہے کہ :

در جہاں یارب ندیم من کجاست   نخلِ سینایم کلیم من کجاست

اس آتش فشاں سے نکلے ہوئے شعلے تھے جنہوں نے صدیوں تک عقل پسندی، تجدد اور خرمن الحاد و ظاہر پرستی کو خاک بنائے رکھا۔ اور مولائے روم کے الہامی نغمے تھے جن کی حرارت و شدت نے عالم اسلامی کے فکری تعطل اور جمود کو پگھلا کے رکھ دیا۔ بہرحال مثنوی کیا ہے ۔ محبت کا لافانی پیغام سوز و گداز اور جذب و مستی کی متاع اور ایمان و غیب کے لئے اپنے وقت کا ایک نیا علم الکلام۔ جس نے کتنوں کو راہِ ہدایت دکھائی اور کتنوں کو منزل تک پہنچا کے چھوڑا۔ سچ کہا ہمارے فلسفی اور صاحبِ دل شاعر اقبالؒ نے کہ وہ بھی انہی لوگوں میں تھے جنہوں نے مثنوی سے نیا فکر، نیا جوش اور نئی زندگی پائی ۔

پیر رومی مرشد روشن ضمیر   کاروان عشق و مستی را امیر

نور قرآن درمیان سینہ اش   جام جم شرمندہ از آئینہ اش

رومی آں عشق و محبت را دلیل   تشنہ کامان را کلامش سلسبیل

ایک پورے عہد کے لئے مجدد کا یہ تجدیدی کارنامہ آج بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ مگر وہ جنہیں اقبالؒ نے پیرِ رومی کو رفیقِ راہ بنانے کا مشورہ دیا تھا، ان میں سے کتنے ہیں جنہیں اس کی خبر تک بھی ہے ۔؟ جن کی ساری مجلس آرائی آرٹ، ثقافت، جنسیات، افسانوں اور مخش ڈراموں پر تو وقف ہے۔ انہیں مثنوی جیسے حیات آفرین پیغام سوز و گداز کی لذت کیا معلوم۔ مثنوی کی جگہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے لی، قلب و نظر کی تسکین مولانائے روم کی جگہ شیکسپیر، ملٹن اور گوئٹے میں ڈھونڈی جانے لگی۔ ہمارے بزرگ مثنوی جیسے پاکیزہ علم و ادب سے عقل و فلسفہ کی کدورتیں دور کرتے تھے آج ہم میکیاولی، ڈارون، فرائڈ کی ہلاکت گاہوں میں اپنی نگاہ و بصیرت کا علاج ڈھونڈ رہے ہیں۔ بیماریوں کے سرچشموں سے صحت کی تمنا مسلمان قوم کا شیوہ تو نہ تھا ۔۔۔ یورپ کے دبستان سے دلوں کی سوز نگاہوں کی پاکی، فکر و نظر کی سلامت روی کی توقع رکھنا ایک ایسی بات ہے جو اس وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پورے عالمِ اسلام پر خندۂ استہزا کر رہی ہے۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ ذکر ابراہیم ادھمؒ کے والد ماجدؒ کے مزار پر حاضری کا ہو رہا تھا۔ مزار کے کھنڈرات کسی زمانہ میں عمارت کے حسن و شوکت کی غمازی کر رہے تھے۔ اب صرف شکستہ طاق اور گنبد رہ گیا ہے۔ سامنے ایک قدیم اور بلند و بالا چنار کا درخت ہے جو ہماری عظمتِ رفتہ کی حسرتناک تصویر بنا نہ معلوم کب سے "عہدِ رفتہ" کو آواز دے رہا ہے۔ اور گویا مثنوی کے انداز میں نالہ کناں ہے ؎

ایّھا النور فی الفواد تعال — غایۃ الوجد والمراد تعال
ایّھا السابق الّذی سبقت — منک مصدوقۃ الوداد تعال

ایک طرف سے آواز آئی کہ ؎

نشان لالۂ این باغ از کہ می پرسی — برو کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

رہرو نے چنار کے درخت سے گزرنے والوں کا کچھ حال دریافت کرنا چاہا کہ اتنے میں میرؔ کے الفاظ میں ؎

آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشان — مُشتِ غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

(جاری ہے)

(بقیہ: شریعتِ اسلامیہ)

آبادی کے ملک پر حکمرانی کر سکیں (غالباً یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں تمام ملک نہیں آیا تھا۔) جسے آجکل رائے کی بادشاہت کہتے ہیں اس لئے جونہی وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گے تو تعلیم کی تاثیر سے ان کے قومی اور مذہبی تفرقے دور ہو جائیں گے۔ جس کے ذریعہ سے ہم نے اب تک اس ملک کو اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف کرنا۔ اور علیٰ ہذا القیاس تعلیم کا یہ اثر ضرور ہوگا۔ کہ ان کے دل بڑھ جائیں گے۔ اور انہیں اپنی طاقت سے آگاہی ہو جائے گی۔

الغرض برطانیہ نے ابتدا ہی سے علم اور وراثتِ علم کو اپنی اغراضِ فاسدہ اور خبیث پالیسی کی بناء پر فنا کر دیا۔

علمی و فکری زندگی کے بارہ میں اکابر اہلِ علم اور مشاہیرِ ملک و ملت کی خدمت میں بھیجے گئے سوالنامہ کے جوابات آنے لگے ہیں مگر اب ان تمام مضامین کو ایک ہی شمارہ میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس لئے پیشِ نظر شمارہ سے یہ سلسلہ مضامین شروع نہیں کیا جا سکا۔ (ادارہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جناب مسطر عباس ایم اے (مرحوم)

ابنِ جریر اور تاریخ ابنِ جریر

ابن جریر | تیسری صدی ہجری کے عظیم مؤرخ اور مفسّر قرآن ابنِ جریر کا نام محمد اور کنیت ابوجعفر ہے۔ اپنے والد جریر کی نسبت سے ابنِ جریر اور وطن طبرستان کی نسبت سے طبری کہلاتے ہیں۔ آپ کے دادا کا نام یزید اور پردادا کا نام غالب تھا۔

بیشتر تذکرہ نگاروں نے اس امر پر اتفاق کیا ہے۔ کہ ابن جریر طبری ایران کے قدیم صوبہ طبرستان کے شہر آمل میں پیدا ہوئے۔ آپکا سالِ ولادت ۲۲۳ھ ہے۔ ابنِ خلکان نے ۲۲۴ھ لکھا ہے۔ ابنِ ندیم نے لکھا ہے کہ امام ابنِ جریر طبری ۸۷ سال کی عمر میں ۳۱۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ اگر ابنِ ندیم کے بیان کو درست مانا جائے تو آپ کا سالِ ولادت ۲۲۳ھ بنتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا میں آپ کا سالِ ولادت ۸۳۸ء مذکور ہے جو ۲۲۳ھ کے مطابق ہے۔ دی خویہ جس نے پہلی بار تاریخ ابنِ جریر کو زیورِ طباعت سے آراستہ کیا اس نے ابنِ جریر کی عمر ۸۷ سال اور سنِ وفات ۹۲۳ء لکھا ہے۔ اس طرح آپ کا سالِ ولادت ۸۳۶ء بنتا ہے۔ حالانکہ دی خویہ (DE GOEJE) نے دوسری جگہ سالِ ولادت ۸۳۸ء تسلیم کیا ہے۔ سید علی بلگرامی کے نزدیک آپکا سالِ ولادت ۸۳۹ء ہے۔ جو ابنِ خلکان کے بیان کردہ سالِ ولادت (۲۲۴ھ) کے مطابق ہے۔

طبرستان اور خاص کر امام ابنِ جریر طبری کا مولد (آمل) مرکزِ خلافت (بغداد) سے دور واقع ہونے کے باوجود علمی مرکز تھا۔ امام موصوف نے ابتدائی تعلیم اسی شہر آمل میں حاصل کی۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آمل میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد امام ابنِ جریر نے۔ ایران، عراق، شام اور مصر کی سیاحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اور ان ملکوں میں واقع علمی مراکز سے استفادہ کیا اور اس وقت کے علماء اور فضلاء کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان دنوں مرکزِ خلافت بغداد میں امام احمد بن حنبل کی علمی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ۲۴۱ھ میں جبکہ ابنِ جریر کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال تھی، امام موصوف کی خدمت میں حاضری کیلئے بغداد پہنچے لیکن مراد پوری نہ ہوئی۔ آپ کی آمد سے چند روز قبل امام احمد بن حنبل وفات پا چکے تھے۔ اور ابنِ جریر اہلِ سنت کے آخری امام کی زیارت سے محروم رہ گئے یہ محرومی آنے والے دور میں حنابلہ اور جریریہ کے تعلقات کے لئے فالِ بد ثابت ہوئی۔

ابو محمد فرغانی نے لکھا ہے کہ جب ابن جریر پہلی بار بغداد پہنچے تو آپ کے پاس زادِ سفر کے طور پر کچھ نقدی وغیرہ تھی جو چوری ہو گئی۔ اور آپ تنگ دست ہو گئے۔ آپ نے اپنے استعمال کے کپڑے اور بعض دوسرا ضروری سامان بیچ کر وقت گذارنا شروع کیا۔ کئی بار فاقہ کشی بھی کی۔ اسی حالت میں دن گذر رہے تھے کہ خلیفہ المتوکل کے وزیر ابو الحسن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان نے آپ کو اپنے بیٹے کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اسطرح ۱۸، ۱۹ سال کی عمر میں آپ نے وقت کے لحاظ سے خاصی کامیابی حاصل کر لی۔ چار پانچ سال تک آپ عبید اللہ بن یحییٰ کے بچوں کے استاد رہے۔ اس عرصے میں سوائے معمولی تنخواہ کے کسی سے کوئی ہدیہ یا تحفہ قبول نہ کیا۔ جب کسی نے پیش کش کی تو فرمایا مجھے معقول تنخواہ ملتی ہے۔ اس لئے مزید کسی چیز کی حاجت نہیں ۔۔۔۔۔۔

۵ یا ۶ سال بغداد میں گذارنے کے بعد امام ابن جریر طبری نے مصر کا رخ کیا۔ ان دنوں مصر میں امام شافعیؒ کے مقلدوں کی اکثریت تھی۔ آپ پندرہ سال تک مصر میں رہے۔ اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے مصر کے اہلِ علم حضرات سے استفادہ کیا۔ اور آپ کے تلامذہ آپ سے مستفید ہوتے رہے۔ ۱۵ سال مصر میں گذارنے کے بعد ۲۷۰ عیسوی میں واپس بغداد تشریف لائے۔ اور پھر عمر بھر بغداد ہی میں رہے۔

مصر کے سفر سے واپس آکر امام ابن جریر نے بغداد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر وقت سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم آپ سے استفادہ کرتے اور تلامذہ کا حلقہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اسی زمانے میں آپ نے وہ عظیم الشان کتاب ترتیب دی جسے تاریخ طبری کے نام سے دنیا جانتی ہے۔ اور جو ہمارے مضمون کا اصل موضوع ہے۔

تذکرہ نگار اس امر پر متفق ہیں کہ امام ابن جریر طبری کا سالِ وفات ۳۱۰ھ بمطابق ۹۲۳ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ آپ بغداد میں فوت ہوئے اور بغداد ہی میں مدفون ہیں۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ ۲۷ر شوال ۳۱۰ھ بروز ہفتہ شام کے وقت فوت ہوئے۔ مستشرقین نے آپ کا سالِ وفات ۹۲۳ء لکھا ہے۔ البتہ امیر علی نے اپنی کتاب A SHORT HISTORY OF THE SARACENS میں اور سید علی بلگرامی نے تمدن عرب کے حاشیہ پر آپکا سالِ وفات ۹۲۲ء لکھا ہے۔ ابن خلکان نے آپکا بغداد میں مدفون ہونا لکھا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ :

"میں نے مصر میں ایک قبر دیکھی ہے جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بڑے مفسرِ قرآن اور مؤرخ کی قبر ہے۔ اور اس کے کتبہ پر لکھا ہے،

"ھذا قبر ابن جریر الطبری"۔"

ابن خلکان کا خیال ہے کہ ابن جریر طبری تو بہرحال بغداد ہی میں مدفون ہیں۔ اور نہ معلوم مصر میں لوگ جس قبر کی زیارت کرتے ہیں یہ کون صاحب ہیں۔

تصانیف علامہ ابن جریر طبری ایک جید عالم فقہ کے امام مفسر قرآن عظیم مؤرخ اور ادیب تھے۔ آپ نے بیسیوں کتابیں لکھی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قلم میں بے پناہ روانی تھی۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے جس قدر تصانیف و تالیفات چھوڑی ہیں۔ ان سب کے اوراق کو آپ کی پوری زندگی کے دنوں پر پھیلایا جائے تو معلوم ہوتا ہے، کہ آپ روزانہ کم و بیش چالیس ورق لکھا کرتے تھے۔ بچپن اور سفر کے ایام نکال دئے جائیں تو ساٹھ ورق یومیہ اوسط بنتی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ آپ کی تفسیر اور تاریخ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ موجودہ کتابیں اصل کا دسواں حصہ ہے۔ قاہرہ کی مطبوعہ تاریخ طبری تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ گویا اصل میں تیس ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔ یہی حال تفسیر کا ہے۔ کشف الظنون میں لکھا ہے کہ :

"ابن جریر طبری نے اپنے تلامذہ سے پوچھا کہ کیا تاریخ لکھنا چاہتے ہو۔؟ تلامذہ نے عرض کیا ضرور لکھنا چاہتے ہیں۔ البتہ فرمائیں جو تاریخ آپ لکھوائیں گے وہ کسقدر طویل ہے۔؟ فرمایا: انہ ثلاثون الف ورقۃ۔ تلامذہ نے گھبرا کر عرض کیا اس قدر طویل کتاب کے نقل میں ہماری عمریں صرف ہو جائیں گی۔ استاد نے فرمایا: انا للہ ماتت الھمم۔ پھر آپ نے اپنی کتاب مختصر کر دی۔"

عبدالوہاب بن السبکی نے طبقات الکبریٰ میں امام ابن جریر طبری کی مندرجہ ذیل تصانیف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ کتاب التفسیر۔
۲۔ کتاب التاریخ۔
۳۔ کتاب القرآت والعدد والتنزیل۔
۴۔ کتاب اختلاف العلماء و تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین۔
۵۔ کتاب احکام شرائع الاسلام۔
۶۔ کتاب الخفیف۔
۷۔ کتاب التبصیر فی اصول الدین۔

اس تذکرہ نگار نے امام ابن جریر کے اساتذہ کے حسب ذیل نام گنوئے ہیں۔

۱۔ محمد بن عبدالملک بن ابی ثوارب
۲۔ اسحاق بن ابی اسرائیل۔
۳۔ اسماعیل بن محمد الفزاری
۴۔ ابی کریب
۵۔ هناد بن السری
۶۔ الولید بن شجاع
۷۔ احمد بن منیع
۸۔ محمد بن حمید الرازی
۹۔ یونس بن عبد الاعلیٰ۔

اور جن حضرات نے ابن جریر سے روایات لی ہیں وہ یہ ہیں :

۱۔ ابو شعیب الحرانی
۲۔ مخلد الباقرجی
۳۔ الطبرانی
۴۔ عبد الغفار الحصینی
۵۔ ابو عمر بن حمدان
۶۔ احمد بن کامل وطائفۃ سواھم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افکار ابن جریر علامہ ابن جریر طبری کے افکار و نظریات کے بارے میں متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱. آپ امام شافعیؒ کے مقلد تھے۔

۲. آپ ایک مستقل مکتب فکر کے امام تھے۔

۳. آپ کسی حد تک شیعہ عقائد کے حامی تھے۔

۴. آپ خالص شیعہ تھے۔

جرجی زیدان نے اپنی کتاب "تاریخ آداب اللغۃ العربیہ" کے تیسرے حصہ میں لکھا ہے:

کان علی مذهب الامام الشافعی ثم اختار لنفسه مذهبا فی الفقه تبعه فیه جماعة من العلماء و وضعوا فیه الکتب۔ یعنی ابن جریر امام شافعیؒ کے مذہب پر تھے بعد میں فقہ میں الگ مسلک اختیار کر لیا۔ اور علماء کی ایک جماعت نے آپ کی تقلید کی اور آپ کے فقہی مسلک پر کتابیں تالیف کیں۔

شبلی نعمانی نے اپنی تالیف سیرۃ النبی حصہ اوّل میں لکھا ہے:

"تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال۔ وثوق اور وسعتِ علم کے معترف ہیں۔ ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔"

"بعض محدثین (سلیمان) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کیلئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے: هذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمة الاسلام المعتمدین — علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان میں فی الجملہ تشیع تھا۔ لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً کامل ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابوالفداء وغیرہ ان ہی کی کتاب سے ماخوذ اور اسی کتاب کے مختصرات ہیں۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی اور یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔" (کتاب مذکور ص ۲۷)

علامہ شبلی کا اقتباس کسی قدر طویل ہے۔ لیکن اس میں ابن جریر کے بارے میں مختلف آراء کا خلاصہ آگیا ہے۔ گویا اس کی طوالت ہمارے لئے اختصار کا باعث ہے۔

© rasailojaraid.com